Journal of Religion & Society **(JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Social Aspect of Worship in the Prophetic Biography (Seerah): A Study in the Light of Shia Sources

سیرتِ نبوی ﷺ میں عبادات کا سماجی پہلو: اہل تشیع مصادر کی روشنی میں ایک مطالعہ

Syed Shuhab Uddin Shah
PhD Scholar, University of Sindh, Assistant professor at Govt Boys Degree College Naushahro Feroze Sindh
Syeda farkhanda Batool
Lecturer, Shaheed Benazir Bhutto University Shaheed Benazir Aabad (Nawabshah)
farkhanda.batool@sbbusba.edu.pk

Abstract
This paper examines the social aspects of worship (Ibadaat) in the Prophetic biography (Seerah of Prophet Muhammad ﷺ) through the perspective of Shia sources. It discusses how Islamic worship activities, including prayer, fasting, zakat, Hajj, supplication, and remembrance, cut across individual spirituality and are potent tools of social reform, justice, equality, and community bonding. The study shows that the worship in the Seerah is not solely ritualistic but a holistic system that creates an ethical and righteous society through encouraging brotherhood, eradicating oppression, economic stability, and supporting family and community ties. The paper examines the social dimensions of congregational prayer in fostering equality and unity, the purpose of fasting in the cultivation of empathy towards the poor, the welfare system developed by zakat and charity, the universal brotherhood developed in Hajj and moral training developed through supplications and remembrance of Allah. Special attention is given to Shia expositions and teachings of the Ahl al-Bayt especially those of Al-Kafi, Tahdhib al-Ahkam, Wasail al-Shia, Bihar al-Anwar and Sahifah Sajjadiyyah that introduce worship as an instrument of social revolution and the introduction of justice (Adl). The paper concludes that the social aspects of worship need to be restored in the modern world to deal with such problems as economic inequality, decadence, sectarianism and social disintegration. It also highlights the need to have similar understanding of worship amongst Islamic sects as a way of promoting inter-sectarian peace and enhancing Muslim unity.

Keywords: *Seerah of Prophet Muhammad ﷺ, Social dimensions of Ibadaat, Shia sources, Social justice in Islam, Congregational prayer, Zakat and social welfare, Hajj and universal brotherhood, Ahl al-Bayt teachings, Ethical society, Inter-sectarian harmony, Rights of people (Huquq al-Ibad), Islamic worship and social reform.*

1۔ تمہید: موضوع کا تعارف اور اہمیت

1.1 سیرتِ نبوی ﷺ میں عبادات کے جامع تصور کی وضاحت

سیرتِ نبوی ﷺ میں عبادات کا جامع تصور اسلام کے مکمل نظام حیات کی عکاسی کرتا ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط قائم کرنے کا ذریعہ بناتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت میں عبادات کو صرف انفرادی رسومات نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کرنے والا ایک زندہ عمل قرار دیا گیا ہے۔ نماز کی ادائیگی سے لے کر حج تک ہر عبادت میں اللہ کی توحید کا اعلان ہے جو فرد کو اخلاقی تربیت دیتا ہے اور ساتھ ہی معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ روزہ صرف جسمانی صبر نہیں بلکہ غریبوں کی تکلیف کو سمجھنے کا ذریعہ ہے جو معاشرتی انصاف کی بنیاد رکھتا ہے۔ زکوٰۃ کا نظام معاشی عدم مساوات کو ختم کر کے سماجی استحکام پیدا کرتا ہے جبکہ حج کی سعادت عالمی سطح پر امت مسلمہ کو ایک مرکز پر جمع کر کے بھائی چارے کی مثال پیش کرتی ہے۔ یہ جامع تصور سیرتِ نبوی ﷺ کو اس طرح متعارف کراتا ہے کہ عبادات کا ہر عمل فرد کی روحانی پاکیزگی کے ساتھ معاشرتی ذمہ داریوں کو بھی پورا کرتا ہے۔ نبی ﷺ کی زندگی میں یہ دونوں پہلو ایک دوسرے سے اس قدر جڑے ہوئے ہیں کہ انفرادی عبادت

بغیر اجتماعی فائدے کے ادھوری رہ جاتی ہے۔ اس طرح عبادات نہ صرف اللہ کی رضا کا ذریعہ ہیں بلکہ ایک مثالی معاشرے کی تشکیل کا آلہ کار بھی ہیں جو آج کے دور میں بھی مسلمانوں کو متحد رکھنے اور سماجی مسائل حل کرنے کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ تصور امت کو ایک مضبوط ڈھانچہ عطا کرتا ہے جو تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے اور معاصر چیلنجز کے سامنے بھی موثر ثابت ہوتا ہے۔

1.2 عبادات کے انفرادی اور اجتماعی پہلو کا تعارف

عبادات کے انفرادی اور اجتماعی پہلو سیرتِ نبوی ﷺ میں ایک دوسرے سے اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ ان کی علیحدگی ناممکن ہے۔ انفرادی پہلو میں ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکاتا ہے جو اس کی ذاتی تربیت کرتا ہے اور اسے اخلاقی بلندیاں عطا کرتا ہے۔ نماز کی تنہا ادائیگی دل کی صفائی اور اللہ سے رابطے کو مضبوط کرتی ہے جبکہ روزہ فرد کو صبر اور ضبط کی تربیت دیتا ہے۔ لیکن یہ انفرادی عبادات اجتماعی پہلو کے بغیر مکمل نہیں ہوتیں کیونکہ نماز کی جماعت صف باندھ کر کھڑے ہونے سے مساوات اور اتحاد کا درس دیتی ہے۔ حج میں لاکھوں لوگوں کا ایک جگہ جمع ہونا عالمی بھائی چارے کی علامت ہے جہاں رنگ نسل کی تفریق ختم ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ کا اجتماعی نظام معاشرے میں معاشی توازن پیدا کرتا ہے جو غریبوں کی فلاح کا ذریعہ بنتا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں یہ دونوں پہلو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں کہ انفرادی اخلاص کے بغیر اجتماعی کوشش بے بنیاد ہو جاتی ہے اور اجتماعی ذمہ داری بغیر انفرادی تربیت کے ادھوری رہ جاتی ہے۔ اس تعارف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عبادات نہ صرف فرد کی روحانی نشوونما کرتی ہیں بلکہ پورے معاشرے کو ایک خاندان کی شکل دے کر اس کی اخلاقی اور سماجی بنیادوں کو مضبوط کرتی ہیں۔ یہ دونوں پہلو مل کر امت مسلمہ کو ایک ذمہ دار اور متحد معاشرہ بناتے ہیں جو آج کے دور میں بھی سماجی ہم آہنگی کا راز ہیں۔

1.3 اہل تشیع مصادر میں اس موضوع کی تحقیقی اہمیت

اہل تشیع مصادر میں اس موضوع کی تحقیقی اہمیت اس لیے بڑھ جاتی ہے کہ شیعہ روایات اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی تعلیمات میں عبادات کو سماجی پہلو سے دیکھنے کا ایک منفرد زاویہ موجود ہے جو سیرتِ نبوی ﷺ کو ائمہ کی سیرت سے جوڑ کر ایک تسلسل پیدا کرتا ہے۔ ان مصادر میں عبادات کو صرف انفرادی رسومات نہیں بلکہ معاشرتی انقلاب کا آلہ کار قرار دیا گیا ہے جہاں امام علی علیہ السلام کی تعلیمات سے واضح ہے کہ نماز اور روزہ ظلم کے خلاف مزاحمت کا حصہ ہیں۔ شیعہ حدیث کی روشنی میں عبادات کے انفرادی پہلو کو فرد کی روحانی ترقی سے جوڑا گیا ہے جبکہ اجتماعی پہلو کو امت کی فلاح اور عدل و انصاف کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ یہ تحقیقی اہمیت اس لیے بھی اہم ہے کہ آج کے معاشرتی مسائل جیسے معاشی ناہمواری اور اخلاقی زوال کے حل کے لیے یہ مصادر نئی راہیں کھولتے ہیں۔ اس مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ نبی ﷺ کی سیرت میں عبادات کا سماجی پہلو امت کو ایک متحد اور ذمہ دار معاشرہ بنانے کا ذریعہ تھا جو شیعہ مصادر کی روشنی میں مزید واضح اور فعال ہو جاتا ہے۔ یہ تحقیق تاریخی طور پر اہم ہونے کے ساتھ ساتھ معاصر دور میں بھی مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جوڑنے اور اجتماعی ذمہ داریاں نبھانے کی ترغیب دیتی ہے۔ اس طرح اہلِ تشیع مصادر سیرتِ نبوی ﷺ کو زندہ اور فعال بناتے ہیں جو امت مسلمہ کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بن سکتے ہیں اور مختلف فرقوں کے درمیان مشترکہ سماجی اقدار کو اجاگر کر کے اتحاد امت کی راہ ہموار کرتے ہیں۔

2۔ عبادت کا مفہوم اور اسلامی معاشرہ

2.1 عبادت کی لغوی و اصطلاحی تعریف

اسلامی معاشرے میں عبادت کا تصور ایک ایسا جامع نظام ہے جو فرد کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی ہم آہنگی اور اخلاقی تربیت بھی فراہم کرتا ہے کیونکہ یہ نہ صرف ذاتی پاکیزگی کا ذریعہ ہے بلکہ پورے سماج کو ایک متحد اور ذمہ دار خاندان میں تبدیل کر دیتا ہے۔ عبادت کی لغوی تعریف زبان کے اصولوں کے مطابق اللہ کے سامنے کامل جھکنے اور اپنے وجود کو اس کی مرضی کے تابع کرنے سے عبارت ہے جو انسان کو اللہ کا حقیقی بندہ بناتی ہے اور اسے غرور سے پاک کر کے تواضع اور اطاعت کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ یہ لغوی مفہوم فرد کو ہمیشہ یاد دلاتا ہے کہ وہ اللہ کی تخلیق کا حصہ ہے اور اس کی مرضی کے بغیر کوئی عمل مکمل نہیں ہو سکتا۔ اصطلاحی طور پر عبادت وہ تمام اعمال ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے انجام دیے جائیں اور جن میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے جو شریعت کے مطابق نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسے فرائض کو شامل کرتا ہے۔ یہ اصطلاحی تعریف اسلامی معاشرے میں اس لیے اہم ہے کہ یہ فرد کی ذاتی تربیت کے ساتھ معاشرتی اصلاح کو بھی جوڑتی ہے جہاں ہر مسلمان دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اس طرح عبادت کا یہ جامع تصور اسلامی سماج کو ظلم اور ناانصافی سے بچاتا ہے اور اسے ایک مثالی معاشرہ بناتا ہے جہاں ہر فرد دوسرے کی فلاح میں اپنی فلاح دیکھتا ہے۔ عبادت کی یہ تعریف نہ صرف تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے بلکہ آج کے دور میں بھی معاشرتی مسائل جیسے معاشی عدم مساوات اور اخلاقی زوال کے حل کا راستہ دکھاتی ہے۔ یہ لغوی اور اصطلاحی دونوں پہلو ایک دوسرے سے اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ بغیر ایک کے دوسرا ادھورا رہ

جاتا ہے اور یہ مل کر اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھتے ہیں[1]۔ اس تعریف کی مزید وضاحت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عبادت صرف رسومات تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کرتی ہے اور معاشرے کو اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اسلامی معاشرے میں یہ تعریف فرد کو اللہ کا خلیفہ بناتی ہے جو زمین پر عدل قائم کرے اور سماجی ہم آہنگی پیدا کرے۔ یہ عمل مسلسل جاری رہتا ہے اور ہر نسل کو ایک دوسرے سے جوڑتا ہے۔[2] اس طرح عبادت کی یہ تعریف اسلامی معاشرے کو ایک زندہ اور فعال نظام بناتی ہے جو آج بھی معاصر چیلنجز کا مقابلہ کر سکتا ہے اور امت کو متحد رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ عبادت کا یہ پہلو فرد اور معاشرے دونوں کی ترقی کا ضامن ہے اور یہ اللہ کی رحمت کا مظہر ہے جو ہر مسلمان کو ذمہ دار بناتا ہے۔

2.2 قرآن وحدیث میں عبادات کا مقصد

قرآن وحدیث میں عبادات کا مقصد انسان کی تخلیق اور اس کی زندگی کو اللہ کی عبادت سے جوڑنا ہے جو فرد کو اللہ کا حقیقی خادم بناتا ہے اور معاشرے میں عدل وانصاف قائم کرتا ہے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ جن اور انسان کو صرف اللہ کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے جو اس کی زندگی کا مرکزی مقصد ہے اور اس سے اللہ کی توحید کا اعلان ہوتا ہے۔ یہ مقصد فرد کو اللہ کی یاد میں مصروف رکھتا ہے اور اسے گناہوں سے بچاتا ہے جو معاشرتی ہم آہنگی کی بنیاد رکھتا ہے۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ اور ائمہ علیہم السلام نے عبادات کو ظلم کے خلاف مزاحمت اور معاشرتی اصلاح کا ذریعہ قرار دیا ہے جہاں نماز صف باندھ کر کھڑے ہونے سے مساوات کا درس دیتی ہے اور روزہ غریبوں کی تکلیف کو محسوس کرکے امداد کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ یہ مقصد اسلامی معاشرے میں اس لیے اہم ہے کہ یہ فرد کی روحانی ترقی کے ساتھ سماجی ذمہ داریوں کو بھی پورا کرتا ہے اور امت کو ایک خاندان کی شکل دیتا ہے۔ عبادات کا یہ مقصد نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی اثر انداز ہوتا ہے جہاں زکوٰۃ معاشی توازن پیدا کرتی ہے اور حج عالمی بھائی چارے کی مثال پیش کرتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ عبادت صرف رسومات نہیں بلکہ اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا ہے جو معاشرے کو ظلم سے پاک کرتا ہے[3]۔ اس مقصد کی مزید تفصیل سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عبادات انسان کو اللہ سے قریب کرتی ہیں اور معاشرتی مسائل کے حل کا راستہ دکھاتی ہیں جو آج کے دور میں بھی نئی راہیں کھولتی ہیں۔ حدیث کی روشنی میں عبادات کا مقصد امت کی فلاح وبہبود ہے اور یہ فرد کو ذمہ دار بناتا ہے[4]۔ یہ مقصد اسلامی معاشرے کو ایک زندہ نظام بناتا ہے جو تاریخی طور پر ثابت ہے اور معاصر چیلنجز میں بھی رہنمائی کرتا ہے۔ عبادات کا یہ مقصد اللہ کی رحمت کا مظہر ہے جو ہر مسلمان کو ایک دوسرے سے جوڑتا ہے اور سماجی استحکام پیدا کرتا ہے۔

2.3 اہل تشیع فکر میں عبادت اور اصلاحِ معاشرہ

اہل تشیع فکر میں عبادت اور معاشرے کی اصلاح ایک دوسرے سے اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ عبادت معاشرتی انقلاب کا آلہ کار بن جاتی ہے جو ظلم کے خلاف مزاحمت کرتی ہے اور عدل وانصاف قائم کرتی ہے۔ شیعہ روایات میں عبادت کو صرف انفرادی رسومات نہیں بلکہ امت کی فلاح اور سماجی ہم آہنگی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے جہاں امام علی علیہ السلام کی تعلیمات سے واضح ہے کہ نماز اور روزہ جیسے اعمال معاشرتی ذمہ داریوں سے جڑے ہوئے ہیں۔ یہ فکر معاشرے کو ایک متحد خاندان بناتی ہے جہاں ہر فرد دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتا ہے اور اللہ کی عبادت کرتے ہوئے سماجی اصلاح کرتا ہے۔ عبادت کا یہ پہلو شیعہ مصادر میں اس لیے اہم ہے کہ یہ فرد کی روحانی ترقی کے ساتھ معاشرتی ناہمواریوں جیسے معاشی عدم مساوات اور اخلاقی زوال کا حل پیش کرتا ہے۔ امام علی علیہ السلام نے فرمایا کہ عبادت اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا ہے جو معاشرے کو ظلم سے پاک کرتی ہے۔[5] اس فکر کی مزید وضاحت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عبادت شیعہ عقیدے میں معاشرتی انقلاب کا حصہ ہے جو ائمہ اطہار کی سیرت سے جڑا ہوا ہے اور امت کو ذمہ دار بناتا ہے۔ یہ اصلاح آج کے دور میں بھی مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جوڑنے اور اجتماعی ذمہ داریاں نبھانے کی ترغیب دیتی ہے۔[6] اس طرح اہل تشیع فکر میں عبادت معاشرے کی اصلاح کا زندہ ذریعہ ہے جو تاریخی طور پر اہم ہے اور معاصر مسائل میں بھی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ فکر

---

[1] جمال الدین ابوالفضل محمد بن مکرم ابن منظور، لسان العرب، بیروت: دار صادر، ۱۹۹۰ء، جلد ۴، ص ۲۸۰

[2] سید محمد حسین طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، بیروت: مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، ۱۹۹۷ء، جلد ۱، ص ۴۵

[3] محمد بن یعقوب الکلینی، الکافی فی علم الدین، تہران: دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۹۸۶ء، جلد ۲، باب العبادۃ، حدیث نمبر ۱۲

[4] سید محمد حسین طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، بیروت: مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، ۱۹۹۷ء، جلد ۱۸، ص ۱۲۳

[5] سید رضی، نہج البلاغہ، بیروت: دار الکتاب اللبنانی، ۱۹۶۷ء، خطبہ نمبر ۱۹۲

[66] روح اللہ الخمینی، تحریر الوسیلۃ، قم: مؤسسۃ النشر الاسلامی، ۱۹۸۸ء، جلد ۱، ص ۱۵

مختلف فرقوں کے درمیان مشترکہ اقدار کو اجاگر کرتی ہے اور اتحاد امت کی راہ ہموار کرتی ہے۔ عبادت کا یہ سماجی پہلو شیعہ مصادر کی روشنی میں سیرت نبوی ﷺ کو زندہ بناتا ہے اور امت کو ایک مضبوط ڈھانچہ عطا کرتا ہے۔

3۔ نماز کا سماجی پہلو سیرتِ نبوی ﷺ میں

3.1 باجماعت نماز کے ذریعے اخوت و مساوات کا فروغ

سیرتِ نبوی ﷺ میں نماز کا سماجی پہلو اس قدر نمایاں ہے کہ باجماعت نماز کو اخوت و مساوات کے فروغ کا ایک موثر ذریعہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ صرف انفرادی عبادت نہیں بلکہ پورے معاشرے کو ایک خاندان کی شکل دینے کا آلہ کار ہے۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں صف باندھ کر نماز پڑھنے کا طریقہ غلام اور آزاد، امیر اور غریب، عرب اور عجم سب کو ایک صف میں کھڑا کر دیتا تھا جو رنگ و نسل اور طبقاتی تفریق کو ختم کر کے حقیقی مساوات کا درس دیتا تھا۔ باجماعت نماز کے ذریعے مسلمان ایک دوسرے کے قریب آتے تھے، ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ ہوتے تھے اور باہمی تعاون کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔ یہ عمل اخوت کو فروغ دیتا تھا کیونکہ امام کے پیچھے کھڑے ہونے سے سب برابر ہو جاتے تھے اور کوئی برتری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں یہ دیکھا گیا کہ مسجد میں نماز جماعت کا اہتمام نہ صرف اللہ کی توحید کا اعلان تھا بلکہ معاشرتی ہم آہنگی اور بھائی چارے کی بنیاد بھی رکھتا تھا۔ جب لوگ ایک ساتھ کھڑے ہو کر اللہ کو پکارتے تھے تو ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت اور احترام پیدا ہوتا تھا جو سماجی تنازعات کو کم کرتا تھا۔ باجماعت نماز غریبوں اور کمزوروں کو بھی معاشرے کا اہم حصہ بنا دیتی تھی کیونکہ وہ امیر لوگوں کے ساتھ ایک ہی صف میں شامل ہوتے تھے۔ یہ سماجی پہلو آج کے دور میں بھی مسلمانوں کے درمیان تقسیم کو ختم کرنے اور اتحاد پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ نماز جماعت کے ذریعے اخوت کا فروغ اس لیے ممکن ہوتا ہے کہ یہ عمل روزانہ کی بنیاد پر لوگوں کو ایک جگہ جمع کرتا ہے جہاں وہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور سماجی مسائل پر بات چیت کرتے ہیں۔[7] امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر بغیر عذر کے جماعت میں حاضر نہ ہو تو اس کی نماز نہیں ہے، جس سے باجماعت نماز کی سماجی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اس سے معاشرے میں مساوات کا احساس پیدا ہوتا ہے اور لوگ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے لگتے ہیں۔[8] اس طرح باجماعت نماز سیرتِ نبوی ﷺ میں اخوت و مساوات کی بنیاد بنتی ہے جو امت کو متحد رکھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ یہ عمل فرد کو معاشرتی ذمہ داریوں سے جوڑتا ہے اور پورے سماج کو ایک مضبوط ڈھانچہ عطا کرتا ہے جو آج بھی معاصر مسائل جیسے طبقاتی تقسیم اور فرقہ واریت کے حل کا راستہ دکھاتا ہے۔ نماز جماعت کے ذریعے لوگ ایک دوسرے کے درد کو محسوس کرتے ہیں اور باہمی تعاون بڑھتا ہے جو اسلامی معاشرے کی اصل روح ہے۔ یہ سماجی پہلو نبی ﷺ کی سیرت کا ایک زندہ مثال ہے جو امت کو ہمیشہ متحد رکھنے کا درس دیتا ہے۔

3.2 مسجد نبوی بطور سماجی مرکز

سیرتِ نبوی ﷺ میں مسجد نبوی کو صرف عبادت گاہ نہیں بلکہ ایک جامع سماجی مرکز کے طور پر قائم کیا گیا تھا جہاں مسلمانوں کی تمام سرگرمیاں انجام پاتی تھیں۔ مسجد نبوی میں نماز کے علاوہ تعلیم و تربیت، عدالت، سیاسی مشورے، مہمان نوازی اور معاشرتی مسائل کا حل کیا جاتا تھا جو اسے پورے معاشرے کا مرکز بنا دیتا تھا۔ نبی کریم ﷺ مسجد میں بیٹھ کر صحابہ کو تعلیم دیتے تھے، غریبوں کی مدد کا اہتمام کرتے تھے اور مختلف قبائل کے درمیان صلح کرواتے تھے۔ مسجد نبوی بطور سماجی مرکز مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کر کے ان میں باہمی رشتے مضبوط کرتی تھی اور معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرتی تھی۔ یہاں لوگ ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ ہوتے تھے، بیماروں کی عیادت کرتے تھے اور ضرورت مندوں کی مدد کرتے تھے۔ سیرت میں یہ دیکھا گیا کہ مسجد نبوی میں صحابہ کرام جمع ہو کر جنگ کے منصوبے بناتے تھے، تعلیم حاصل کرتے تھے اور نبی ﷺ کی رہنمائی میں معاشرتی اصلاح کرتے تھے۔ مسجد کا یہ سماجی کردار آج کے مسلمانوں کے لیے بھی رہنمائی کا ذریعہ ہے کہ مساجد کو صرف نماز کی جگہ نہیں بلکہ معاشرتی مرکز بنانا چاہیے جہاں تعلیم، صحت اور معاشی مسائل پر بات ہو۔ مسجد نبوی میں نماز جماعت کا اہتمام سماجی اتحاد کو فروغ دیتا تھا کیونکہ لوگ روزانہ ایک ساتھ جمع ہوتے تھے اور ایک دوسرے سے مل جل کر رہتے تھے۔ یہ مرکز غلاموں اور آزادوں کو برابر کا درجہ دیتا تھا جو مساوات کا عملی مظاہرہ تھا۔ مسجد نبوی بطور سماجی مرکز نبی ﷺ کی سیرت کا ایک اہم پہلو ہے جو امت کو ایک متحد معاشرہ بنانے میں مددگار تھا۔[9] نبی ﷺ مسجد کو سماجی مرکز بنا کر مسلمانوں کو ایک خاندان کی شکل

---

[7] محمد بن یعقوب الکلینی، الکافی فی علم الدین، تہران: دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۹۸۶ء، جلد ۳، ص ۳۷۲

[8] ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی، تہذیب الاحکام، تہران: دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۹۸۶ء، جلد ۳، ص ۲۴

[9] ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ الصدوق، من لایحضرہ الفقیہ، قم: مؤسسۃ النشر الاسلامی، ۱۹۹۴ء، جلد ۱، ص ۲۳۵

دیتی تھی۔[10] اس طرح مسجد نبوی کا سماجی کردار سیرتِ نبوی ﷺ میں نماز کے سماجی پہلو کو واضح کرتا ہے جو آج بھی مسلمانوں کے لیے ایک مثال ہے۔ مسجد میں جمع ہونے سے معاشرتی مسائل حل ہوتے تھے اور لوگ ایک دوسرے کے قریب آتے تھے۔ یہ مرکز تعلیم، عدل اور بھائی چارے کا گہوارہ تھا جو اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھتا تھا۔ مسجد نبوی کا یہ پہلو امت کو ہمیشہ یاد دلاتا ہے کہ عبادت کے ساتھ سماجی ذمہ داریاں بھی نبھانی چاہیں۔

3.3 اہلِ تشیع روایات میں نمازِ جماعت کی فضیلت

اہلِ تشیع روایات میں نماز جماعت کی فضیلت کو اس قدر بلند کیا گیا ہے کہ یہ فرد کی روحانی ترقی کے ساتھ معاشرتی اصلاح کا ذریعہ قرار دی جاتی ہے۔ شیعہ مصادر میں نماز جماعت کو فرادی نماز سے بہت افضل قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ اخوت، مساوات اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتی ہے۔ ائمہ اطہار علیہم السلام کی روایات میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو امت کی فلاح اور ظلم کے خلاف مزاحمت کا حصہ بتایا گیا ہے۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جماعت میں ایک رکعت فرادی نمازوں سے چوبیس گنا افضل ہے جو اس کی سماجی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ اہل تشیع روایات نماز جماعت کو معاشرتی انقلاب کا آلہ قرار دیتی ہیں جہاں لوگ ایک صف میں کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں۔ یہ فضیلت فرد کو معاشرے سے جوڑتی ہے اور سماجی ذمہ داریاں نبھانے کی ترغیب دیتی ہے۔ شیعہ فکر میں نماز جماعت صرف ثواب کا ذریعہ نہیں بلکہ امت کی وحدت اور عدل قائم کرنے کا طریقہ ہے۔ اہل تشیع روایات میں مسجد کو سماجی مرکز بنانے کی تاکید کی گئی ہے جہاں نماز جماعت کے ذریعے مسلمان ایک دوسرے سے جڑتے ہیں۔ یہ روایات سیرتِ نبوی ﷺ سے جڑی ہوئی ہیں اور امت کو متحد رکھنے کا درس دیتی ہیں۔[11] امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جماعت میں نماز فرادی سے افضل ہے۔[12] اس طرح اہل تشیع روایات نماز جماعت کی فضیلت کو سماجی پہلو سے دیکھتی ہیں جو آج کے دور میں بھی مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جوڑنے اور اجتماعی ذمہ داریاں نبھانے کی ترغیب دیتی ہیں۔ یہ روایات تاریخی طور پر اہم ہیں اور معاصر مسائل میں رہنمائی کرتی ہیں۔ نماز جماعت کی یہ فضیلت شیعہ مصادر میں امت کی فلاح کا ضامن ہے جو مختلف فرقوں کے درمیان مشترکہ اقدار کو اجاگر کرتی ہے۔

4۔ روزہ اور معاشرتی تربیت

4.1 روزے کے ذریعے صبر وضبط کی تربیت

روزہ اور معاشرتی تربیت کا تعلق اس لیے گہرا ہے کہ روزہ صرف جسمانی بھوک اور پیاس برداشت کرنے کا نام نہیں بلکہ یہ انسان کو صبر وضبط کی عملی تربیت دیتا ہے جو معاشرے میں استقامت اور اخلاقی بلندیاں پیدا کرتا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ اور اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات میں روزے کو صبر کا مہینہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس دوران انسان اپنی خواہشات کو کنٹرول کرتا ہے، غصے پر قابو پاتا ہے اور زبان، آنکھ اور کان کو برے استعمال سے روکتا ہے۔ یہ تربیت فرد کو معاشرتی زندگی میں صبر کا درس دیتی ہے جہاں مشکلات، تنازعات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جب ایک مسلمان روزے کی حالت میں بھوک برداشت کرتا ہے تو وہ دوسروں کی تکلیف کو سمجھنے لگتا ہے اور معاشرے میں صبر کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔ روزہ ضبط نفس کی مشق ہے جو انسان کو گناہوں سے بچاتا ہے اور معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے کیونکہ صابر شخص دوسروں کے حقوق کا خیال رکھتا ہے اور جھگڑوں سے دور رہتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ روزہ صبر کی تربیت ہے جو انسان کو اللہ کی اطاعت پر ثابت قدم رکھتا ہے۔[13] یہ صبر معاشرتی سطح پر بھی اثر انداز ہوتا ہے کیونکہ صابر افراد معاشرے میں استحکام پیدا کرتے ہیں اور ظلم کے خلاف مزاحمت کرتے ہیں۔ روزے کی یہ تربیت فرد کو ذمہ دار بناتی ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبے میں صبر سے کام لے اور دوسروں کے ساتھ نرمی برتے۔[14] اس طرح روزہ معاشرتی تربیت کا ایک اہم ذریعہ ہے جو امت کو ایک صابر اور مستحکم معاشرہ بناتا ہے۔ آج کے دور میں جہاں لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں، روزہ کی یہ تربیت نئی راہیں کھولتی ہے اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ صبر سے پیش آنے کی تلقین کرتی ہے۔ صبر وضبط کی یہ تربیت روزے کے ذریعے روزانہ کی بنیاد پر ہوتی ہے جو فرد کی شخصیت کو مضبوط بناتی ہے اور معاشرے میں اخلاقی اقدار کو زندہ رکھتی ہے۔ یہ عمل اللہ کی رحمت کا مظہر ہے جو انسان کو مشکلات کا مقابلہ کرنے کی طاقت دیتا ہے۔ روزہ صبر کی عملی مشق ہے جو معاشرتی زندگی میں اتحاد اور ہم آہنگی پیدا کرتا ہے اور امت کو ایک ذمہ دار قوم بناتا ہے۔

---

[10] محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۳ء، جلد ۸۵، ص ۱۵

[11] محمد بن حسن الحر العاملی، وسائل الشیعۃ، قم: مؤسسۃ آل البیت، ۱۹۹۳ء، جلد ۸، ص ۲۸۵

[12] محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۳ء، جلد ۸۸، ص ۱۱۹

[13] محمد بن یعقوب الکلینی، الکافی فی علم الدین، تہران: دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۹۸۶ء، جلد ۴، ص ۶۲

[14] ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی، تہذیب الاحکام، تہران: دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۹۸۶ء، جلد ۴، ص ۱۸۵

4.2 غرباء و مساکین کے احساس کا فروغ

روزہ غرباء و مساکین کے احساس کو فروغ دینے کا ایک بہترین ذریعہ ہے کیونکہ روزے کی حالت میں بھوک اور پیاس کا سامنا کر کے مسلمان غریبوں کی تکلیف کو خود محسوس کرتا ہے اور ان کی مدد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں روزے کو غریبوں کی فلاح سے جوڑا گیا ہے تاکہ امیر لوگ غریبوں کے درد کو سمجھیں اور معاشرتی انصاف قائم ہو۔ جب ایک شخص پورا دن بھوکا رہتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ جو لوگ ہمیشہ بھوکے رہتے ہیں ان کی کیا حالت ہوتی ہے، اس سے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ روزہ معاشرتی تربیت کا حصہ ہے جو لوگوں کو زکوٰۃ اور صدقات کی طرف راغب کرتا ہے اور غریبوں کی مدد کو فرض کا درجہ دیتا ہے۔ یہ احساس فروغ پاتا ہے کیونکہ روزہ دار شخص افطار کے وقت غریبوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب محسوس کرتا ہے۔ اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات میں روزے کو غریبوں کے حقوق سے جوڑا گیا ہے تاکہ معاشرے میں معاشی عدم مساوات کم ہو۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ روزہ غریبوں کے احساس کو جاگزیں کرتا ہے جو معاشرتی انصاف کی بنیاد ہے۔[15] اس احساس کے فروغ سے معاشرہ ایک خاندان کی شکل اختیار کر لیتا ہے جہاں امیر غریب کی مدد کرتا ہے اور غریب امیر کا احترام کرتا ہے۔ روزہ اس احساس کو روزانہ کی بنیاد پر زندہ رکھتا ہے جو سماجی ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔[16] آج کے معاشرے میں جہاں غریب امیر کی تقسیم واضح ہے، روزہ کی یہ تربیت معاشی ناانصافی کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ غرباء و مساکین کے احساس کا فروغ روزے کے ذریعے ممکن ہوتا ہے جو مسلمانوں کو ایک دوسرے کے قریب لاتا ہے اور سماجی ذمہ داریاں نبھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ عمل اللہ کی طرف سے عطا کردہ ایک نعمت ہے جو معاشرے کو ظلم سے پاک کرتا ہے اور عدل و انصاف قائم کرتا ہے۔ روزہ غریبوں کے درد کو محسوس کرنے کا ذریعہ بن کر معاشرتی تربیت مکمل کرتا ہے اور امت کو ایک ذمہ دار معاشرہ بناتا ہے۔

4.3 اہل بیتؑ کی تعلیمات میں روزے کا سماجی اثر

اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات میں روزے کا سماجی اثر اس قدر گہرا ہے کہ یہ فرد کی روحانی ترقی کے ساتھ معاشرتی اصلاح کو بھی جوڑتا ہے۔ شیعہ روایات میں روزے کو معاشرتی انقلاب کا آلہ قرار دیا گیا ہے جو ظلم کے خلاف مزاحمت کرتا ہے اور عدل و انصاف کی بنیاد رکھتا ہے۔ ائمہ اطہار علیہم السلام نے روزے کو صرف انفرادی عبادت نہیں بلکہ امت کی فلاح اور سماجی ہم آہنگی کا ذریعہ بتایا ہے۔ امام علی علیہ السلام کی تعلیمات سے واضح ہے کہ روزہ غریبوں کی مدد اور معاشرتی ذمہ داریوں سے جڑا ہوا ہے۔ یہ سماجی اثر اس لیے اہم ہے کہ روزہ معاشی توازن پیدا کرتا ہے اور لوگوں کو ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے کی تربیت دیتا ہے۔ اہل بیت کی روایات میں روزے کو صبر، ہمدردی اور اجتماعی ذمہ داریوں سے جوڑا گیا ہے جو معاشرے کو ایک متحد خاندان بناتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ روزہ معاشرتی اثر رکھتا ہے جو امت کو ظلم سے پاک کرتا ہے۔[17] اس تعلیمات کی روشنی میں روزہ معاصر مسائل جیسے معاشی ناہمواری اور اخلاقی زوال کا حل پیش کرتا ہے۔[18] اہل بیت کی تعلیمات روزے کو سماجی قوت کے طور پر دیکھتی ہیں جو امت کو متحد رکھنے اور اجتماعی ذمہ داریاں نبھانے کی ترغیب دیتی ہیں۔ یہ سماجی اثر تاریخی طور پر ثابت ہے اور آج بھی مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جوڑنے میں مددگار ہے۔ روزے کا یہ پہلو شیعہ مصادر میں سیرت نبوی ﷺ سے جڑا ہوا ہے جو امت کو ایک مضبوط ڈھانچہ عطا کرتا ہے۔ اہل بیت کی تعلیمات روزے کو معاشرتی اصلاح کا زندہ ذریعہ بناتی ہیں جو مختلف فرقوں کے درمیان مشترکہ اقدار کو اجاگر کرتی ہیں اور اتحاد امت کی راہ ہموار کرتی ہیں۔

5۔ زکوٰۃ و صدقات کا اجتماعی کردار

5.1 سیرتِ نبوی ﷺ میں فلاحی نظام کی بنیاد

سیرتِ نبوی ﷺ میں زکوٰۃ و صدقات کا اجتماعی کردار ایک فلاحی نظام کی بنیاد رکھتا ہے جو معاشرے کو معاشی استحکام اور سماجی ہم آہنگی عطا کرتا ہے کیونکہ یہ نہ صرف دولت کی تقسیم کا ذریعہ ہے بلکہ غریبوں اور ضرورت مندوں کی فلاح کو یقینی بناتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں زکوٰۃ کے نظام کو نافذ کر کے ایک ایسا فلاحی ڈھانچہ قائم کیا جس میں امیر لوگوں کی دولت کا ایک حصہ غریبوں تک پہنچتا تھا اور معاشرے میں معاشی عدم مساوات کم ہوتی تھی۔ زکوٰۃ و صدقات کا یہ اجتماعی کردار فرد کو اللہ کی اطاعت کے ساتھ معاشرتی ذمہ داریوں سے جوڑتا تھا جہاں دولت صرف ذاتی مال نہیں بلکہ امت کی مشترکہ دولت سمجھی جاتی تھی۔ سیرت میں دیکھا گیا کہ نبی ﷺ زکوٰۃ وصول کر کے اسے غریبوں، یتیموں، مسافروں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کرتے تھے جو پورے معاشرے کو ایک خاندان کی شکل دیتا تھا۔ صدقات کا عمل بھی

---

[15] ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ الصدوق، من لا یحضرہ الفقیہ، قم: مؤسسۃ النشر الاسلامی، ۱۹۹۴ء، جلد ۲، ص ۷۸

[16] محمد بن حسن الحر العاملی، وسائل الشیعۃ، قم: مؤسسۃ آل البیت، ۱۹۹۳ء، جلد ۱۰، ص ۱۴۵

[17] محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۳ء، جلد ۹۳، ص ۲۵۶

[18] روح اللہ الخمینی، تحریر الوسیلۃ، قم: مؤسسۃ النشر الاسلامی، ۱۹۸۸ء، جلد ۲، ص ۱۲۰

اس فلاحی نظام کو تقویت دیتا تھا کیونکہ لوگ رضاکارانہ طور پر ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے اور سماجی رشتے مضبوط ہوتے تھے۔ یہ نظام معاشرتی انصاف کی بنیاد رکھتا تھا اور غربت، بھوک اور معاشی مشکلات کو کم کرتا تھا۔ زکوٰۃ کا اجتماعی کردار اس لیے اہم ہے کہ یہ دولت کے ارتکاز کو روکتا ہے اور معاشی گردش کو یقینی بناتا ہے جو پورے سماج کی فلاح کا باعث بنتا ہے۔ نبی ﷺ کی سیرت میں یہ دیکھا گیا کہ زکوٰۃ کے ذریعے معاشرے میں اتحاد پیدا ہوتا تھا کیونکہ غریب امیر کا احترام کرتے تھے اور امیر غریب کی مدد کرتے تھے۔ فلاحی نظام کی یہ بنیاد آج کے دور میں بھی مسلمانوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے جہاں زکوٰۃ و صدقات کو معاشرتی بہبود کے پروگراموں سے جوڑا جا سکتا ہے۔[19] امام علی علیہ السلام نے زکوٰۃ کو معاشرتی فلاح کا ذریعہ قرار دیا ہے جو غریبوں کی مدد کرتا ہے۔[20] اس طرح زکوٰۃ و صدقات کا اجتماعی کردار سیرتِ نبوی ﷺ میں فلاحی نظام کی بنیاد بنتا ہے جو امت کو ایک ذمہ دار اور متحد معاشرہ بناتا ہے۔ یہ نظام تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے اور معاصر معاشی مسائل جیسے غربت اور بے روزگاری کے حل کا راستہ دکھاتا ہے۔ زکوٰۃ کا یہ کردار فرد کو اللہ کا خلیفہ بناتا ہے جو زمین پر عدل قائم کرے اور سماجی ہم آہنگی پیدا کرے۔ فلاحی نظام کی یہ بنیاد معاشرے کو ظلم سے پاک کرتی ہے اور عدل و انصاف کو فروغ دیتی ہے جو اسلامی تعلیمات کی روح ہے۔

5.2 غربت کے خاتمہ میں زکوٰۃ کا کردار

زکوٰۃ کا کردار غربت کے خاتمہ میں اس قدر موثر ہے کہ یہ معاشرتی سطح پر معاشی توازن پیدا کرتا ہے اور غریبوں کو بنیادی ضروریات فراہم کر کے ان کی خودمختاری کو یقینی بناتا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں زکوٰۃ کو غربت کے خلاف ایک منظم جدوجہد کے طور پر نافذ کیا گیا تھا جہاں دولت کا ایک مقررہ حصہ غریبوں تک پہنچایا جاتا تھا جو ان کی معاشی حالت کو بہتر بناتا تھا۔ زکوٰۃ غربت کے خاتمہ میں کردار ادا کرتی ہے کیونکہ یہ صرف عارضی مدد نہیں بلکہ مستقل فلاحی نظام کا حصہ ہے جو لوگوں کو کاروبار، تعلیم اور صحت کی سہولیات فراہم کر کے غربت کے چکر سے نکالتا ہے۔ صدقات کا اضافی کردار بھی غربت کو کم کرتا ہے کیونکہ لوگ رضاکارانہ طور پر غریبوں کی مدد کرتے ہیں اور معاشرے میں ہمدردی کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کا یہ کردار معاشرتی انصاف قائم کرتا ہے اور امیر لوگوں کو ذمہ دار بناتا ہے کہ وہ غریبوں کے حقوق ادا کریں۔ غربت کے خاتمہ میں زکوٰۃ کا کردار اس لیے اہم ہے کہ یہ دولت کے ارتکاز کو روکتا ہے اور معاشی گردش کو فروغ دیتا ہے جو پورے سماج کی ترقی کا باعث بنتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے زکوٰۃ کو غریبوں کی فلاح کا ذریعہ قرار دیا ہے جو معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔[21] زکوٰۃ غربت کو ختم کر کے معاشرے کو ایک متحد خاندان بناتی ہے جہاں کوئی شخص بھوکا نہ رہے۔[22] آج کے دور میں جہاں غربت ایک بڑا عالمی مسئلہ ہے، زکوٰۃ کا یہ کردار نئی راہیں کھولتا ہے اور مسلمانوں کو منظم طور پر غربت کے خاتمہ کے لیے کام کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ زکوٰۃ معاشی ناہمواری کو کم کرتی ہے اور سماجی استحکام پیدا کرتی ہے جو اسلامی معاشرے کی بنیاد ہے۔ غربت کے خاتمہ میں زکوٰۃ کا کردار فرد کو معاشرتی ذمہ داریوں سے جوڑتا ہے اور امت کو ایک ذمہ دار قوم بناتا ہے۔ یہ عمل اللہ کی رحمت کا مظہر ہے جو معاشرے کو ظلم سے پاک کرتا ہے اور عدل قائم کرتا ہے۔ زکوٰۃ کا یہ اجتماعی کردار تاریخی طور پر ثابت ہے اور معاصر چیلنجز میں بھی رہنمائی کرتا ہے۔

5.3 اہلِ تشیع مصادر میں خمس، زکوٰۃ اور مواسات

اہلِ تشیع مصادر میں خمس، زکوٰۃ اور مواسات کا اجتماعی کردار معاشرتی اصلاح اور عدل و انصاف کی بنیاد رکھتا ہے کیونکہ یہ نظام دولت کی تقسیم کو اللہ کی مرضی کے مطابق منظم کرتا ہے اور امت کی فلاح کو یقینی بناتا ہے۔ شیعہ روایات میں خمس کو امام کے حصے کے طور پر بیان کیا گیا ہے جو معاشرتی بہبود، تعلیم اور فلاحی کاموں کے لیے استعمال ہوتا ہے جبکہ زکوٰۃ غریبوں کی براہِ راست مدد کرتی ہے۔ مواسات کا تصور اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات میں بہت اہم ہے جو ایک دوسرے کی مدد اور باہمی تعاون پر مبنی ہے۔ اہل تشیع مصادر میں یہ تینوں عناصر معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرتے ہیں اور غربت، ظلم اور معاشی ناانصافی کے خلاف مزاحمت کرتے ہیں۔ امام علی علیہ السلام کی تعلیمات سے واضح ہے کہ زکوٰۃ و خمس معاشرے کو ایک متحد خاندان بناتے ہیں جہاں ہر فرد دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتا ہے۔ خمس، زکوٰۃ اور مواسات کا یہ کردار فرد کی روحانی ترقی کے ساتھ سماجی ذمہ داریوں کو جوڑتا ہے۔ اہل تشیع فکر میں یہ نظام معاشرتی انقلاب کا آلہ کار ہے جو امت کو ذمہ دار بناتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام

[19] محمد بن یعقوب الکلینی، الکافی فی علم الدین، تہران: دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۹۸۶ء، جلد ۵، ص ۴۸

[20] ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی، تہذیب الاحکام، تہران: دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۹۸۶ء، جلد ۶، ص ۱۲۳

[21] ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ الصدوق، من لا یحضرہ الفقیہ، قم: مؤسسۃ النشر الاسلامی، ۱۹۹۴ء، جلد ۲، ص ۳۹

[22] محمد بن حسن الحر العاملی، وسائل الشیعۃ، قم: مؤسسۃ آل البیت، ۱۹۹۳ء، جلد ۹، ص ۲۷۸

نے خمس وزکوٰۃ کو معاشرتی فلاح کا ذریعہ قرار دیا ہے۔[23] مواسات کی تاکید سے معاشرے میں ہمدردی اور تعاون بڑھتا ہے۔[24] اس طرح اہل تشیع مصادر میں خمس، زکوٰۃ اور مواسات کا اجتماعی کردار سیرتِ نبوی ﷺ سے جڑا ہوا ہے جو امت کو متحد رکھنے اور اجتماعی ذمہ داریاں نبھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ مصادر تاریخی طور پر اہم ہیں اور معاصر مسائل میں رہنمائی کرتے ہیں۔ خمس وزکوٰۃ کا یہ نظام مختلف فرقوں کے درمیان مشترکہ اقدار کو اجاگر کرتا ہے اور اتحاد امت کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اہل بیت کی تعلیمات میں یہ عناصر معاشرتی استحکام کا ضامن ہیں جو امت کو ایک مضبوط ڈھانچہ عطا کرتے ہیں۔

6۔ حج اور امتِ مسلمہ کا اتحاد

6.1 حج میں مساوات اور عالمی اخوت کا مظہر

حج کا سماجی پہلو امت مسلمہ کے اتحاد کی بنیاد رکھتا ہے کیونکہ یہ ایک عالمی اجتماع ہے جو مختلف رنگ، نسل، زبان اور طبقات کے مسلمانوں کو ایک مقام پر جمع کر کے مساوات اور اخوت کا عملی مظاہرہ پیش کرتا ہے۔ احرام کی حالت میں تمام حجاج ایک جیسے سادہ لباس میں ملبوس ہو جاتے ہیں جس سے امیر غریب، بادشاہ اور غلام، عرب اور عجم کی تمام تفریق ختم ہو جاتی ہے اور سب اللہ کے سامنے برابر ہو جاتے ہیں۔ یہ مساوات کا مظہر نہ صرف انفرادی سطح پر اللہ کی توحید کا اعلان ہے بلکہ عالمی سطح پر امت مسلمہ کی اخوت کو تقویت دیتا ہے جہاں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ حج کے دوران طواف، سعی، وقوف عرفات اور دیگر مناسک سب کو ایک ہی صف میں کھڑا کرتے ہیں جو سماجی ہم آہنگی پیدا کرتے ہیں۔ مختلف ممالک سے آنے والے مسلمان ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں، تجربات کا تبادلہ کرتے ہیں اور باہمی تعاون کے راستے تلاش کرتے ہیں۔ یہ عالمی اخوت کا مظہر آج کے دور میں بھی مسلمانوں کو قومیت اور نسل پرستی کی زنجیروں سے آزاد کر کے ایک متحد امت بناتا ہے۔ حج مساوات کا درس دیتا ہے کیونکہ احرام کی پابندیاں سب پر یکساں ہیں اور کوئی برتری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یہ اجتماع امت کی طاقت کو ظاہر کرتا ہے اور ظلم کے خلاف مشترکہ مزاحمت کی بنیاد رکھتا ہے۔ حجاج ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، بیماروں کی عیادت کرتے ہیں اور ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہیں جو سماجی ذمہ داریوں کا احساس پیدا کرتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے حج کو امت کی وحدت کا ذریعہ قرار دیا ہے جو مختلف فرقوں کو ایک جگہ جمع کرتا ہے۔[25] حج عالمی اخوت کا مظہر ہے جو رنگ و نسل کی تفریق ختم کر کے سب کو ایک خاندان بناتا ہے۔[26] اس طرح حج میں مساوات اور عالمی اخوت کا مظہر سیرتِ نبوی ﷺ سے جڑا ہوا ہے جو امت کو متحد رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یہ مظہر تاریخی طور پر ثابت ہے اور معاصر دور میں فرقہ واریت اور قومی تقسیم کے خلاف موثر ہے۔ حج کا یہ سماجی پہلو مسلمانوں کو ایک دوسرے کے قریب لاتا ہے اور عالمی سطح پر بھائی چارے کی فضا قائم کرتا ہے۔ یہ عمل اللہ کی رحمت کا مظہر ہے جو امت کو ایک مضبوط ڈھانچہ عطا کرتا ہے۔ حج مساوات کا عملی نمونہ پیش کر کے امت کی طاقت کو بڑھاتا ہے اور مختلف ممالک کے مسلمانوں کے درمیان رشتے مضبوط کرتا ہے۔ عالمی اخوت کا یہ مظہر آج کے عالمگیر مسائل جیسے اسلام فوبیا اور مسلم دنیا کی تقسیم کے حل کا راستہ دکھاتا ہے۔ حجاج کی یہ اجتماعیت امت کی مشترکہ شناخت کو زندہ رکھتی ہے اور اتحاد امت کی راہ ہموار کرتی ہے۔

6.2 سیرتِ نبوی ﷺ میں حجۃ الوداع کے سماجی پیغام

سیرتِ نبوی ﷺ میں حجۃ الوداع ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے جو حج کے سماجی پیغام کو سب سے واضح طور پر بیان کرتا ہے کیونکہ اس میں نبی کریم ﷺ نے امت مسلمہ کو مساوات، انصاف اور بھائی چارے کا جامع پیغام دیا۔ حجۃ الوداع کے دوران نبی ﷺ نے خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور کوئی عرب کو عجم پر یا سفید کو سیاہ پر برتری نہیں ہے۔ یہ سماجی پیغام رنگ، نسل، زبان اور طبقاتی تفریق کو ختم کر کے امت کو ایک خاندان بناتا تھا۔ حجۃ الوداع میں لاکھوں مسلمانوں کا اجتماع نبی ﷺ کی قیادت میں ایک متحد امت کی تصویر پیش کرتا تھا جہاں غلام آزاد ہو کر ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے تھے۔ یہ پیغام معاشی انصاف، عورتوں کے حقوق اور انسانی مساوات پر زور دیتا تھا جو آج بھی مسلمانوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ حجۃ الوداع کا سماجی پیغام یہ تھا کہ امت مسلمہ کو ظلم، استحصال اور تفریق سے پاک رکھنا چاہیے اور سب کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیے۔ نبی ﷺ نے اس موقع پر خونریزی، سود اور جاہلیت کے تمام رسومات کو ختم کرنے کا اعلان کیا جو معاشرتی اصلاح کا بڑا قدم تھا۔ یہ پیغام امت کو متحد رکھنے اور باہمی تعاون بڑھانے کا درس دیتا ہے۔ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ نے امت کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کی جو سماجی

---

[23] محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۳ء، جلد ۹۶، ص ۸۲

[24] روح اللہ الخمینی، تحریر الوسیلۃ، قم: مؤسسۃ النشر الاسلامی، ۱۹۸۸ء، جلد ۲، ص ۲۱۵

[25] محمد بن یعقوب الکلینی، الکافی فی علم الدین، تہران: دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۹۸۶ء، جلد ۴، ص ۲۵۳

[26] ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی، تہذیب الاحکام، تہران: دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۹۸۶ء، جلد ۵، ص ۴۱۲

ہم آہنگی کی بنیاد ہے۔ امام علی علیہ السلام نے حجۃ الوداع کے پیغام کو امت کی وحدت سے جوڑا ہے۔[27] حجۃ الوداع کا سماجی پیغام آج بھی فرقہ واریت اور قومی تقسیم کے خلاف موثر ہے۔[28] اس طرح سیرتِ نبوی ﷺ میں حجۃ الوداع کا سماجی پیغام امت مسلمہ کے اتحاد کی بنیاد رکھتا ہے جو تاریخی طور پر اہم ہے۔ یہ پیغام مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جوڑتا ہے اور معاصر مسائل جیسے مسلم دنیا کی تقسیم کا حل پیش کرتا ہے۔ حجۃ الوداع کا پیغام مساوات اور انصاف پر مبنی ہے جو امت کو ذمہ دار بناتا ہے۔ یہ سماجی پیغام اللہ کی طرف سے عطا کردہ ایک نعمت ہے جو امت کو متحد رکھنے میں مددگار ہے۔ حجۃ الوداع نے امت کو ایک مضبوط ڈھانچہ عطا کیا جو آج بھی زندہ ہے۔

6.3 اہل تشیع کتب میں حج کے اجتماعی فوائد

اہل تشیع کتب میں حج کے اجتماعی فوائد کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ یہ فرد کی روحانی ترقی کے ساتھ معاشرتی اصلاح اور امت کی وحدت کو بھی جوڑتا ہے۔ شیعہ روایات میں حج کو امت مسلمہ کے اتحاد اور سماجی ہم آہنگی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے جہاں مختلف ممالک سے آنے والے مسلمان ایک دوسرے سے جڑتے ہیں اور باہمی تعاون بڑھاتے ہیں۔ ائمہ اطہار علیہم السلام کی تعلیمات میں حج کو ظلم کے خلاف مزاحمت اور عدل قائم کرنے کا آلہ بتایا گیا ہے۔ حج کے اجتماعی فوائد میں مساجد، تعلیم اور فلاحی کاموں کا اہتمام بھی شامل ہے جو معاشرتی استحکام پیدا کرتے ہیں۔ اہل تشیع کتب حج کو عالمی بھائی چارے کا مظہر قرار دیتی ہیں جو قومیت اور نسل پرستی کو ختم کرتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے حج کو امت کی فلاح کا ذریعہ بتایا ہے جو سماجی ذمہ داریاں نبھانے کی ترغیب دیتا ہے۔[29] حج کے اجتماعی فوائد میں اخوت اور مساوات کا فروغ شامل ہے جو امت کو متحد رکھتا ہے۔[30] اس طرح اہل تشیع کتب میں حج کے اجتماعی فوائد سیرتِ نبوی ﷺ سے جڑے ہوئے ہیں جو امت کو ایک ذمہ دار معاشرہ بناتے ہیں۔ یہ فوائد تاریخی طور پر اہم ہیں اور معاصر دور میں مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جوڑنے میں مددگار ہیں۔ حج کا یہ سماجی پہلو مختلف فرقوں کے درمیان مشترکہ اقدار کو اجاگر کرتا ہے اور اتحاد امت کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اہل بیت کی تعلیمات حج کو معاشرتی قوت کے طور پر دیکھتی ہیں جو امت کو مضبوط بناتی ہے۔

7۔ ذکر، دعا اور اخلاقی معاشرہ

7.1 دعا کے ذریعے روحانی و سماجی اصلاح

دعا کا سماجی پہلو اس لیے اہم ہے کہ یہ صرف انفرادی روحانی ترقی کا ذریعہ نہیں بلکہ پورے معاشرے کی اخلاقی اصلاح اور ہم آہنگی کا آلہ کار بھی ہے کیونکہ دعا انسان کو اللہ سے جوڑ کر اس کی شخصیت کو پاکیزہ بناتی ہے اور معاشرتی ذمہ داریوں کا احساس دلاتی ہے۔ دعا کے ذریعے روحانی اصلاح ہوتی ہے جب انسان اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے، صبر اور شکر کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کا عزم کرتا ہے جو معاشرتی سطح پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ جب لوگ باقاعدگی سے دعا کرتے ہیں تو ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے ہمدردی، عفو اور احسان کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو تنازعات کو کم کرتا ہے اور سماجی استحکام لاتا ہے۔ دعا معاشرتی اصلاح کا ذریعہ بنتی ہے کیونکہ یہ فرد کو خود غرضی سے نکال کر امت کی فلاح کی طرف راغب کرتی ہے۔ دعا میں اللہ سے معاشرے کی بہتری، عدل قائم کرنے اور ظلم کے خاتمے کی دعا مانگی جاتی ہے جو مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ روحانی اصلاح کے نتیجے میں فرد معاشرتی ذمہ داریاں نبھانے لگتا ہے جیسے غریبوں کی مدد، یتیموں کی پرورش اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک۔ دعا کا یہ پہلو اخلاقی معاشرے کی بنیاد رکھتا ہے جہاں لوگ اللہ کی یاد میں مصروف رہ کر گناہوں سے بچتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے دعا کو معاشرتی اصلاح کا ذریعہ قرار دیا ہے جو فرد کو اللہ کا خلیفہ بناتا ہے۔[31] دعا کے ذریعے روحانی و سماجی اصلاح ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں کیونکہ روحانی پاکیزگی بغیر معاشرتی فلاح کے ادھوری رہ جاتی ہے۔[32] اس طرح دعا اخلاقی معاشرے کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے جو آج کے دور میں بھی معاصر مسائل جیسے اخلاقی زوال اور سماجی انتشار کے حل کا راستہ دکھاتی ہے۔ دعا لوگوں کو ایک دوسرے کے درد کو محسوس کرنے کی تربیت دیتی ہے اور معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرتی ہے۔ یہ عمل اللہ کی رحمت کا مظہر ہے جو امت کو متحد رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ دعا کے

---

27 سید رضی، نہج البلاغہ، بیروت: دار الکتاب اللبنانی، ۱۹۶۷ء، خطبہ نمبر ۳

28 محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۳ء، جلد ۲۱، ص ۲۹۸

29 محمد بن حسن الحر العاملی، وسائل الشیعۃ، قم: مؤسسۃ آل البیت، ۱۹۹۳ء، جلد ۱۱، ص ۱۴

30 ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ الصدوق، من لایحضرہ الفقیہ، قم: مؤسسۃ النشر الاسلامی، ۱۹۹۴ء، جلد ۲، ص ۳۶۵

31 علی بن الحسین زین العابدین، الصحیفۃ السجادیۃ، قم: مؤسسۃ النشر الاسلامی، ۱۹۹۰ء، ص ۴۵

32 محمد بن یعقوب الکلینی، الکافی فی علم الدین، تہران: دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۹۸۶ء، جلد ۲، ص ۴۸۶

ذریعے روحانی اصلاح معاشرتی سطح پر بھی پھیلتی ہے اور لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ یہ سماجی اصلاح تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے اور مختلف فرقوں کے درمیان مشترکہ اقدار کو اجاگر کرتی ہے۔ دعا کا یہ پہلو امت کو ایک ذمہ دار معاشرہ بناتا ہے جو اللہ کی اطاعت اور انسانی حقوق کا خیال رکھتا ہے۔

7.2 اذکارِ نبوی ﷺ اور کردار سازی

اذکارِ نبوی ﷺ کردار سازی کا ایک موثر ذریعہ ہیں کیونکہ یہ روزمرہ زندگی میں اللہ کی یاد کو زندہ رکھتے ہیں اور انسان کی اخلاقی شخصیت کو مضبوط بناتے ہیں جو معاشرتی سطح پر مثبت اثرات پیدا کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے اذکار جیسے سبحان اللہ، الحمدللہ اور اللہ اکبر انسان کو غرور سے پاک کرتے ہیں، شکر کا جذبہ پیدا کرتے ہیں اور صبر کی تربیت دیتے ہیں جو کردار کی بنیاد ہیں۔ اذکار کے ذریعے کردار سازی ہوتی ہے جب فرد اپنی زبان، دل اور اعمال کو اللہ کی یاد سے جوڑتا ہے اور برے افعال سے بچتا ہے۔ یہ اذکار معاشرتی زندگی میں اہم ہیں کیونکہ جو شخص اللہ کو یاد رکھتا ہے وہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھتا ہے، جھوٹ اور دھوکے سے بچتا ہے اور ایمانداری سے پیش آتا ہے۔ اذکارِ نبوی ﷺ کردار کو اس طرح سنوارتے ہیں کہ فرد معاشرے میں ایک مثالی شہری بن جاتا ہے جو دوسروں کی مدد کرتا ہے اور تنازعات حل کرتا ہے۔ یہ اذکار روزانہ کی بنیاد پر دہرائے جاتے ہیں جو شخصیت میں استقامت پیدا کرتے ہیں اور معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دیتے ہیں۔ نبی ﷺ کی سیرت میں اذکار کو اخلاقی تربیت کا حصہ بنایا گیا تھا جو امت کو ایک اخلاقی معاشرہ بنانے میں مددگار تھا۔ اذکار کے ذریعے کردار سازی فرد کو ذمہ دار بناتی ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کی یاد کو ملحوظ رکھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے اذکار کو کردار کی اصلاح کا ذریعہ قرار دیا ہے جو معاشرتی فلاح کا باعث بنتا ہے۔[33] اذکارِ نبوی ﷺ کردار سازی میں اس لیے اہم ہیں کہ یہ انسان کو گناہوں سے روکتے ہیں اور معاشرتی اخلاقی اقدار کو زندہ رکھتے ہیں۔[34] اس طرح اذکار اخلاقی معاشرے کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں جو آج کے دور میں بھی اخلاقی زوال کے خلاف موثر ہیں۔ اذکار لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور سماجی استحکام پیدا کرتے ہیں۔ یہ عمل اللہ کی طرف سے عطا کردہ ایک نعمت ہے جو امت کو متحد رکھنے میں مددگار ہے۔ اذکار کے ذریعے کردار سازی معاشرتی سطح پر پھیلتی ہے اور لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ یہ کردار سازی تاریخی طور پر ثابت ہے اور معاصر چیلنجز میں رہنمائی کرتی ہے۔

7.3 اہل تشیع دعائیہ مصادر (صحیفہ سجادیہ وغیرہ) کا سماجی پہلو

اہل تشیع دعائیہ مصادر جیسے صحیفہ سجادیہ کا سماجی پہلو اس لیے گہرا ہے کہ یہ دعائیں صرف انفرادی عبادت نہیں بلکہ معاشرتی اصلاح، عدل قائم کرنے اور امت کی فلاح کا ذریعہ ہیں۔ صحیفہ سجادیہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کی دعائیں معاشرتی مسائل جیسے غریبوں کی مدد، ظلم کے خلاف مزاحمت اور اخلاقی اقدار کو زندہ رکھنے پر زور دیتی ہیں جو سماجی ہم آہنگی پیدا کرتی ہیں۔ یہ دعائیں فرد کو اللہ سے جوڑ کر اسے معاشرتی ذمہ داریوں سے آگاہ کرتی ہیں جہاں دعا کرنے والا شخص امت کی بہتری کی دعا مانگتا ہے اور خود کو معاشرتی اصلاح کا حصہ بناتا ہے۔ اہل تشیع دعائیہ مصادر میں دعا کو معاشرتی انقلاب کا آلہ قرار دیا گیا ہے جو لوگوں کو ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے کی تربیت دیتی ہے۔ صحیفہ سجادیہ کی دعائیں معاشرتی انصاف، ہمدردی اور باہمی تعاون پر مبنی ہیں جو اخلاقی معاشرے کی بنیاد رکھتی ہیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے دعا میں معاشرے کی فلاح کی دعا کی ہے جو سماجی ذمہ داریوں کو اجاگر کرتی ہے۔[35] اہل تشیع دعائیہ مصادر کا سماجی پہلو امت کو متحد رکھنے اور اجتماعی ذمہ داریاں نبھانے کی ترغیب دیتا ہے۔[36] اس طرح یہ مصادر سیرتِ نبوی ﷺ سے جڑے ہوئے ہیں جو امت کو ایک ذمہ دار معاشرہ بناتے ہیں۔ یہ دعائیں تاریخی طور پر اہم ہیں اور معاصر مسائل جیسے اخلاقی زوال اور سماجی انتشار کا حل پیش کرتی ہیں۔ دعائیہ مصادر مختلف فرقوں کے درمیان مشترکہ اقدار کو اجاگر کرتے ہیں اور اتحاد امت کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ اہل بیت کی تعلیمات میں دعا معاشرتی قوت کے طور پر دیکھی جاتی ہے جو امت کو مضبوط بناتی ہے۔

8۔ عبادات اور خاندانی نظام

8.1 گھریلو ماحول میں عبادات کی تعلیم

عبادات اور خاندانی نظام کا گہرا تعلق ہے کیونکہ گھریلو ماحول میں عبادات کی تعلیم نئی نسل کو اللہ کی اطاعت اور اخلاقی اقدار کی تربیت دیتی ہے جو پورے معاشرے کی بنیاد بنتی ہے۔ گھر میں نماز، روزہ، ذکر اور دعا کی باقاعدگی بچوں کو اللہ سے ربط قائم کرنے کا عادی بنا دیتی ہے اور ان میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرتی ہے۔ والدین جب بچوں

---

[33] ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ الصدوق، من لایحضرہ الفقیہ، قم: مؤسسۃ النشر الاسلامی، ۱۹۹۴ء، جلد ۱، ص ۳۱۲

[34] محمد بن حسن الحر العاملی، وسائل الشیعۃ، قم: مؤسسۃ آل البیت، ۱۹۹۳ء، جلد ۷، ص ۱۹۸

[35] علی بن الحسین زین العابدین، الصحیفۃ السجادیۃ، بیروت: دار التعارف للمطبوعات، ۱۹۸۲ء، ص ۱۲۳

[36] محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۳ء، جلد ۹۱، ص ۳۴۵

کے سامنے نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو بچے ان اعمال کو دیکھ کر ان کی پیروی کرتے ہیں جو گھریلو ماحول کو ایک عبادت گاہ بنا دیتا ہے۔ یہ تعلیم انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ہے کیونکہ خاندان کے تمام افراد ایک ساتھ عبادات انجام دیتے ہیں جو باہمی محبت اور احترام کو بڑھاتا ہے۔ گھریلو ماحول میں عبادات کی تعلیم بچوں کو صبر، شکر اور تواضع سکھاتی ہے جو بعد میں معاشرتی زندگی میں ان کی کردار سازی کرتی ہے۔ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو عبادات کی اہمیت سمجھائیں اور انہیں عملی طور پر سکھائیں تاکہ وہ اللہ کے فرمانبردار بن سکیں۔ یہ تعلیم خاندانی نظام کو مضبوط بناتی ہے کیونکہ عبادت کرنے والا خاندان ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتا ہے اور تنازعات سے دور رہتا ہے۔ گھر میں نماز جماعت کا اہتمام، روزے کے دوران باہمی تعاون اور دعاؤں کا مشترکہ اہتمام خاندان کو ایک متحد یونٹ بناتا ہے جو معاشرے کی اکائی ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے خاندان میں عبادات کی تعلیم کو والدین کی اہم ذمہ داری قرار دیا ہے جو بچوں کی روحانی تربیت کرتی ہے۔[37] گھریلو ماحول میں عبادات کی تعلیم خاندانی نظام کو اخلاقی بنیاد فراہم کرتی ہے جو معاشرتی استحکام کا باعث بنتی ہے۔[38] اس طرح گھریلو ماحول میں عبادات کی تعلیم خاندانی نظام کو زندہ رکھتی ہے اور نئی نسل کو ذمہ دار مسلمان بناتی ہے۔ یہ تعلیم آج کے دور میں بھی خاندانی انتشار کے خلاف موثر ہے جہاں والدین بچوں کو عبادات سے دور رکھتے ہیں۔ گھر میں عبادات کا ماحول بچوں میں اللہ کا خوف اور انسانی حقوق کا احترام پیدا کرتا ہے جو انہیں معاشرتی ذمہ داریوں سے جوڑتا ہے۔ یہ عمل اللہ کی رحمت کا مظہر ہے جو خاندان کو ایک اخلاقی گھرانہ بناتا ہے۔ عبادات کی گھریلو تعلیم خاندانی رشتوں کو مضبوط کرتی ہے اور امت کو ایک متحد معاشرہ بنانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ یہ تعلیم تاریخی طور پر اہل بیت کی سیرت سے جڑی ہوئی ہے جو والدین کو بچوں کی تربیت کی طرف راغب کرتی ہے۔ گھریلو ماحول میں عبادات کی تعلیم خاندانی نظام کی روح ہے جو معاشرے کی اخلاقی بنیاد رکھتی ہے اور مختلف چیلنجز کا مقابلہ کرنے کی طاقت دیتی ہے۔

8.2 اہل و عیال کے ساتھ حسن سلوک بطور عبادت

اہل و عیال کے ساتھ حسن سلوک کو اسلام میں عبادت کا درجہ دیا گیا ہے کیونکہ یہ خاندانی نظام کو مضبوط بناتا ہے اور معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ شوہر کا بیوی کے ساتھ، والدین کا بچوں کے ساتھ اور بچوں کا والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ اللہ کی رضا کا ذریعہ ہے جو انفرادی عبادت سے بھی بالاتر ہے۔ حسن سلوک میں محبت، احترام، عفو اور تعاون شامل ہے جو گھریلو ماحول کو پرامن بناتا ہے۔ جب ایک شخص اپنے اہل و عیال کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہے تو یہ عمل اللہ کی اطاعت شمار ہوتا ہے کیونکہ خاندان اللہ کی امانت ہے۔ اہل و عیال کے حقوق ادا کرنا، ان کی ضروریات پوری کرنا اور ان کے ساتھ اچھا کلام کرنا عبادت کا حصہ ہے جو فرد کو معاشرتی ذمہ دار بناتا ہے۔ حسن سلوک خاندانی تنازعات کو کم کرتا ہے اور بچوں کو مثبت کردار سکھاتا ہے جو بعد میں معاشرے میں اچھے شہری بنتے ہیں۔ یہ عمل روزمرہ زندگی میں عبادت کا رنگ لے لیتا ہے جہاں گھر کی چھوٹی چھوٹی خدمت بھی اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہے۔ اہل بیت علیہم السلام نے اہل و عیال کے ساتھ حسن سلوک کو بہترین عبادت قرار دیا ہے جو خاندانی نظام کی بنیاد ہے۔ امام علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اہل خانہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا شخص اللہ کا محبوب ہے جو معاشرتی فلاح کا باعث بنتا ہے۔[39] حسن سلوک بطور عبادت خاندانی رشتوں کو مضبوط کرتا ہے اور سماجی استحکام پیدا کرتا ہے۔[40] اس طرح اہل و عیال کے ساتھ حسن سلوک عبادت کا عملی نمونہ ہے جو خاندانی نظام کو اخلاقی طور پر بلند کرتا ہے۔ آج کے دور میں جہاں خاندانی انتشار بڑھ رہا ہے، یہ تعلیم نئی راہیں کھولتی ہے اور مسلمانوں کو گھریلو ذمہ داریاں نبھانے کی ترغیب دیتی ہے۔ حسن سلوک فرد کو اللہ کا خلیفہ بناتا ہے جو گھر میں عدل قائم کرے اور خاندان کی فلاح کا خیال رکھے۔ یہ عمل اللہ کی رحمت کا مظہر ہے جو خاندان کو ایک متحد یونٹ بناتا ہے۔ اہل و عیال کے ساتھ حسن سلوک معاشرتی سطح پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور امت کو ایک ذمہ دار قوم بناتا ہے۔ یہ عبادت تاریخی طور پر اہل بیت کی سیرت سے ثابت ہے جو والدین اور بیوی بچوں کے حقوق کی ادائیگی پر زور دیتی ہے۔ حسن سلوک خاندانی نظام کی روح ہے جو معاشرے کی اخلاقی بنیاد رکھتا ہے اور مختلف مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔

8.3 اہل بیتؑ کی سیرت میں خاندانی تربیت

اہل بیت علیہم السلام کی سیرت میں خاندانی تربیت ایک جامع نمونہ ہے جو عبادات اور اخلاقی اقدار کو خاندانی نظام سے جوڑتی ہے۔ ائمہ اطہار علیہم السلام نے اپنے گھروں میں بچوں کو عبادات، علم اور اخلاق کی تربیت دی جو انہیں معاشرتی ذمہ دار بناتی تھی۔ امام علی علیہ السلام کی سیرت میں اہل خانہ کے ساتھ عدل اور نرمی کا رویہ خاندانی

---

37 محمد بن یعقوب الکلینی، الکافی فی علم الدین، تہران: دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۹۸۶ء، جلد ۶، ص ۴۹

38 ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی، تہذیب الاحکام، تہران: دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۹۸۶ء، جلد ۸، ص ۱۵۶

39 سید رضی، نہج البلاغہ، بیروت: دار الکتاب اللبنانی، ۱۹۶۷ء، حکمت نمبر ۳۷

40 محمد بن حسن الحر العاملی، وسائل الشیعۃ، قم: مؤسسۃ آل البیت، ۱۹۹۳ء، جلد ۲۰، ص ۱۶۷

تربیت کا بہترین مثال ہے جو بچوں میں اللہ کا خوف اور انسانی حقوق کا احترام پیدا کرتا تھا۔ اہل بیت کی خاندانی تربیت میں والدین کی ذمہ داری تھی کہ وہ بچوں کو نماز، روزہ اور دعا سکھائیں اور انہیں حسن سلوک کا عملی سبق دیں۔ یہ تربیت خاندان کو ایک اخلاقی گھرانہ بناتی تھی جو معاشرے کی اکائی کے طور پر کام کرتا تھا۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی رسالۃ الحقوق میں خاندانی حقوق کی تفصیل بیان کی ہے جو والدین، بیوی اور بچوں کے باہمی حقوق پر مبنی ہے۔ اہل بیت کی سیرت میں خاندانی تربیت فرد کو اللہ کا خلیفہ بناتی ہے جو گھر میں عدل قائم کرے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے خاندانی تربیت کو والدین کی اہم ذمہ داری قرار دیا ہے جو بچوں کی روحانی اور سماجی نشو و نما کرتی ہے۔[41] اہل بیت کی سیرت میں خاندانی تربیت معاشرتی اصلاح کی بنیاد رکھتی ہے جو امت کو متحد رکھنے میں مددگار ہے۔[42] اس طرح اہل بیت کی سیرت خاندانی تربیت کا زندہ نمونہ ہے جو آج کے دور میں بھی والدین کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ یہ تربیت تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے اور معاصر خاندانی مسائل جیسے انتشار اور اخلاقی زوال کا حل پیش کرتی ہے۔ اہل بیت کی سیرت خاندانی نظام کو عبادات سے جوڑتی ہے اور بچوں کو ذمہ دار مسلمان بناتی ہے۔ یہ تربیت مختلف فرقوں کے درمیان مشترکہ اقدار کو اجاگر کرتی ہے اور اتحاد امت کی راہ ہموار کرتی ہے۔ اہل بیت کی سیرت میں خاندانی تربیت امت کو ایک مضبوط ڈھانچہ عطا کرتی ہے جو اللہ کی اطاعت اور انسانی حقوق پر مبنی ہے۔

9۔ عبادات اور عدلِ اجتماعی

9.1 عبادات کے ذریعے ظلم و ناانصافی کا خاتمہ

عبادات اور عدلِ اجتماعی کا گہرا تعلق ہے کیونکہ اسلامی عبادات صرف انفرادی پاکیزگی کا ذریعہ نہیں بلکہ معاشرے سے ظلم و ناانصافی کے خاتمے کا موثر آلہ بھی ہیں۔ نماز کی ادائیگی، خصوصاً جماعت میں، مساوات کا درس دیتی ہے جہاں امیر اور غریب ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں جو طبقاتی تفریق کو ختم کرتا ہے۔ زکوٰۃ کا نظام معاشی ظلم کو روکتا ہے کیونکہ یہ دولت کے ارتکاز کو کم کر کے غریبوں کے حقوق ادا کرتا ہے اور معاشرے میں معاشی توازن پیدا کرتا ہے۔ روزہ غریبوں کی تکلیف کو محسوس کر کے انسان کو ظلم کے خلاف حساس بناتا ہے اور انصاف کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ حج کا اجتماع عالمی سطح پر رنگ و نسل کی تفریق ختم کر کے ظلم کے خلاف مشترکہ مزاحمت کی بنیاد رکھتا ہے۔ عبادات کے ذریعے ظلم کا خاتمہ اس لیے ممکن ہوتا ہے کہ یہ فرد کو اللہ کا خلیفہ بناتی ہیں جو زمین پر عدل قائم کرنے کی ذمہ داری نبھاتا ہے۔ جب مسلمان باقاعدگی سے عبادات انجام دیتے ہیں تو ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے حقوق کا احترام پیدا ہوتا ہے جو معاشرتی ناانصافی کو کم کرتا ہے۔ عبادات کا سماجی پہلو یہ ہے کہ یہ صرف اللہ کی رضا نہیں بلکہ انسانی حقوق کی حفاظت بھی کرتی ہیں۔ ظلم کے خاتمے میں عبادات کا کردار اس لیے اہم ہے کہ یہ فرد کو خودغرضی سے نکال کر امت کی فلاح کی طرف راغب کرتی ہیں۔ امام علی علیہ السلام نے فرمایا کہ عبادت کے بغیر عدل ممکن نہیں کیونکہ عبادت انسان کو ظلم سے روکتی ہے۔[43] عبادات ظلم و ناانصافی کا خاتمہ کر کے معاشرے کو ایک متحد اور انصاف پرست معاشرہ بناتی ہیں۔[44] اس طرح عبادات عدلِ اجتماعی کی بنیاد رکھتی ہیں جو آج کے دور میں بھی معاشی استحصال اور سماجی ناانصافی کے خلاف موثر ہیں۔ یہ عمل تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے اور مسلمانوں کو ایک ذمہ دار قوم بناتا ہے۔ عبادات کے ذریعے ظلم کا خاتمہ معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرتا ہے اور امت کو اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ پہلو خاندانی اور سماجی سطح پر بھی اثرانداز ہوتا ہے جہاں لوگ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں۔ ظلم کے خاتمے میں عبادات کا کردار اللہ کی رحمت کا مظہر ہے جو معاشرے کو عدل و انصاف سے بھرپور بناتا ہے۔ عبادات فرد کو معاشرتی ذمہ داریوں سے جوڑتی ہیں اور مختلف فرقوں کے درمیان مشترکہ اقدار کو اجاگر کرتی ہیں۔

9.2 مساواتِ انسانی کا عملی درس

عبادات مساواتِ انسانی کا عملی درس دیتی ہیں کیونکہ یہ تمام انسانوں کو اللہ کے سامنے برابر قرار دیتی ہیں اور معاشرے میں طبقاتی، نسلی اور معاشی برتری کو ختم کرتی ہیں۔ نماز کی جماعت میں سب ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں جو انسانی مساوات کا واضح مظاہرہ ہے۔ زکوٰۃ کا نظام امیر کو غریب کا محسن بناتا ہے جو معاشی مساوات کی بنیاد رکھتا ہے۔ حج میں احرام کا لباس سب کو ایک جیسا بنا دیتا ہے جہاں بادشاہ اور غلام، سفید اور سیاہ ایک ہی مقام پر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ روزہ غریبوں کی حالت کو محسوس کر کے انسان کو مساوات کا احساس دلاتا ہے۔ عبادات کا یہ عملی درس سیرتِ نبوی ﷺ اور اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات سے جڑا ہوا ہے جو امت کو ایک خاندان بناتا

---

41 ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ الصدوق، من لایحضرہ الفقیہ، قم: مؤسسۃ النشر الاسلامی، ۱۹۹۴ء، جلد ۳، ص ۴۲۱

42 محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۳ء، جلد ۱۷، ص ۲۸۹

43 سید رضی، نہج البلاغہ، بیروت: دار الکتاب اللبنانی، ۱۹۶۷ء، خطبہ نمبر ۲۱۶

44 روح اللہ الخمینی، تحریر الوسیلۃ، قم: مؤسسۃ النشر الاسلامی، ۱۹۸۸ء، جلد ۱، ص ۳۸۹

ہے۔ مساواتِ انسانی کادرس اس لیے اہم ہے کہ یہ فرد کو دوسروں کے حقوق کا احترام سکھاتا ہے اور معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ جب مسلمان عبادات انجام دیتے ہیں تو ان کے دلوں میں برتری کا احساس ختم ہوتا ہے اور سب ایک دوسرے کے برابر ہو جاتے ہیں۔ یہ درس آج کے دور میں بھی قومیت، نسل پرستی اور طبقاتی تقسیم کے خلاف موثر ہے۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ عبادات مساوات کا درس دیتی ہیں جو انسانی حقوق کی بنیاد ہے۔[45] مساواتِ انسانی کا عملی درس معاشرتی انصاف قائم کرتا ہے اور ظلم کے خلاف مزاحمت کرتا ہے۔[46] اس طرح عبادات انسانی مساوات کا زندہ درس دیتی ہیں جو امت کو متحد رکھنے میں مددگار ہیں۔ یہ درس تاریخی طور پر ثابت ہے اور معاصر مسائل جیسے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا حل پیش کرتا ہے۔ عبادات فرد کو اللہ کا خلیفہ بناتی ہیں جو زمین پر مساوات قائم کرے۔ یہ عملی درس خاندانی اور سماجی سطح پر بھی اثرانداز ہوتا ہے جہاں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ برابر کا سلوک کرتے ہیں۔ مساوات کا یہ درس اللہ کی رحمت کا مظہر ہے جو معاشرے کو عدل سے بھرپور بناتا ہے۔ عبادات مختلف فرقوں کے درمیان مشترکہ اقدار کو اجاگر کرتی ہیں اور اتحاد امت کی راہ ہموار کرتی ہیں۔ انسانی مساوات کا عملی درس امت کو ایک ذمہ دار معاشرہ بناتا ہے جو اللہ کی اطاعت اور انسانی حقوق کا خیال رکھتا ہے۔

9.3 اہل تشیع روایات میں حقوق العباد کی اہمیت

اہل تشیع روایات میں حقوق العباد کی اہمیت اس قدر بلند ہے کہ یہ حقوق العباد کی ادائیگی کو عبادات سے بھی مقدم قرار دیا گیا ہے کیونکہ اللہ کے حقوق کی ادائیگی حقوق العباد کی ادائیگی کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ شیعہ مصادر میں نماز، روزہ اور حج جیسے اعمال کو حقوق العباد سے جوڑا گیا ہے تاکہ مسلمان دوسروں کے حقوق ادا کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں۔ امام علی علیہ السلام کی روایات سے واضح ہے کہ حقوق العباد کی خلاف ورزی ظلم ہے جو معاشرتی ناانصافی پیدا کرتی ہے۔ اہل تشیع روایات حقوق العباد کو معاشرتی اصلاح کا ذریعہ قرار دیتی ہیں جہاں فرد دوسروں کے حقوق کا خیال رکھ کر عدل قائم کرتا ہے۔ یہ اہمیت اس لیے ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی امت کی فلاح اور سماجی ہم آہنگی کا باعث بنتی ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے رسالۃ الحقوق میں حقوق العباد کی تفصیل بیان کی ہے جو والدین، بیوی، بچوں، پڑوسیوں اور غریبوں کے حقوق پر مبنی ہے۔ حقوق العباد کی اہمیت معاشرتی سطح پر بھی اثرانداز ہوتی ہے کیونکہ یہ ظلم کے خاتمے اور انصاف کے قیام کا ذریعہ ہے۔ اہل تشیع روایات میں حقوق العباد کو عبادات کا لازمی حصہ قرار دیا گیا ہے جو فرد کو ذمہ دار بناتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حقوق العباد کی ادائیگی کے بغیر عبادت قبول نہیں ہوتی جو اس کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔[47] اہل تشیع روایات حقوق العباد کو معاشرتی انقلاب کا آلہ قرار دیتی ہیں جو امت کو متحد رکھتی ہیں۔[48] اس طرح اہل تشیع روایات میں حقوق العباد کی اہمیت عبادات اور عدلِ اجتماعی کو جوڑتی ہے جو آج کے دور میں بھی معاصر مسائل کا حل پیش کرتی ہے۔ یہ روایات تاریخی طور پر اہم ہیں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔ حقوق العباد کا یہ پہلو مختلف فرقوں کے درمیان مشترکہ اقدار کو اجاگر کرتا ہے اور اتحاد امت کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اہل بیت کی تعلیمات حقوق العباد کو معاشرتی قوت کے طور پر دیکھتی ہیں جو امت کو ایک مضبوط ڈھانچہ عطا کرتی ہیں۔

10۔ نتائج، سفارشات اور خلاصہ

10.1 سیرتِ نبوی ﷺ میں عبادات کے سماجی اثرات کا خلاصہ

سیرتِ نبوی ﷺ میں عبادات کے سماجی اثرات انتہائی جامع اور گہرے ہیں جو فرد کو اللہ سے جوڑنے کے ساتھ ساتھ پورے معاشرے کو ایک متحد اور ذمہ دار خاندان میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ نماز کی جماعت نے مساوات اور اخوت کا درس دیا، زکوۃ نے معاشی انصاف قائم کیا، روزے نے غریبوں کے درد کو محسوس کرنے کا جذبہ پیدا کیا اور حج نے عالمی بھائی چارے کی بنیاد رکھی۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت میں عبادات کو صرف انفرادی رسومات نہیں بلکہ معاشرتی اصلاح، ظلم کے خاتمے اور عدل کے قیام کا ذریعہ بنایا گیا۔ یہ عبادات امت کو ایک خاندان کی شکل دیتی ہیں جہاں ہر فرد دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتا ہے اور سماجی ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ میں عبادات کا سماجی پہلو امت مسلمہ کو ایک مضبوط، اخلاقی اور انصاف پرست معاشرہ بنانے کا بنیادی ذریعہ رہا ہے جو آج بھی مسلمانوں کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔

---

45 محمد بن یعقوب الکلینی، الکافی فی علم الدین، تہران: دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۹۸۶ء، جلد ۲، ص ۲۹۸

46 ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی، تہذیب الاحکام، تہران: دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۹۸۶ء، جلد ۶، ص ۲۷۴

47 محمد بن حسن الحر العاملی، وسائل الشیعۃ، قم: مؤسسۃ آل البیت، ۱۹۹۳ء، جلد ۸، ص ۳۹۲

48 محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۳ء، جلد ۷۴، ص ۱۸۲

10.2 عصر حاضر میں عبادات کے اجتماعی پہلو کو اجاگر کرنے کی ضرورت

عصر حاضر میں عبادات کے اجتماعی پہلو کو اجاگر کرنے کی شدید ضرورت ہے کیونکہ آج کی دنیا میں مسلمان معاشرے معاشی ناہمواری، اخلاقی زوال، فرقہ واریت اور سماجی انتشار کا شکار ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسے اعمال کو اگر صرف انفرادی سطح تک محدود رکھا جائے تو ان کا اصل مقصد ادھورا رہ جاتا ہے۔ ان عبادات کے سماجی پہلو کو اجاگر کر کے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے، غریبوں کی فلاح، مساوات اور اتحاد کی طرف راغب کیا جا سکتا ہے۔ عصر حاضر کے چیلنجز جیسے طبقاتی تقسیم، انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور معاشرتی بے انصافی کا مقابلہ صرف انفرادی عبادات سے ممکن نہیں بلکہ ان کے اجتماعی اور سماجی اثرات کو عملی طور پر زندہ کرنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا عصر حاضر میں عبادات کے اجتماعی پہلو کو اجاگر کرنا نہ صرف ضروری ہے بلکہ امت مسلمہ کی بقا اور ترقی کے لیے ناگزیر ہے تاکہ مسلمان ایک ذمہ دار اور متحد معاشرہ تشکیل دے سکیں۔

10.3 بین المسالک ہم آہنگی کے لیے مشترکہ تعبیرات کی اہمیت

بین المسالک ہم آہنگی کے لیے مشترکہ تعبیرات کی اہمیت اس لیے بڑھ جاتی ہے کہ مختلف مسالک کے مسلمان عبادات کے سماجی پہلو میں مشترکہ اقدار کو دیکھ سکتے ہیں۔ نماز کی جماعت، زکوٰۃ کا نظام، روزے کا سماجی اثر اور حج کی عالمی اخوت جیسے پہلو تمام مسلمانوں کے لیے مشترکہ ہیں جو فرقہ واریت کی دیواروں کو گرا سکتے ہیں۔ جب ہم عبادات کو صرف انفرادی رسومات کی بجائے سماجی اصلاح، عدل قائم کرنے اور انسانی مساوات کے ذریعے دیکھیں تو مختلف مسالک کے درمیان مشترکہ بنیاد میسر آتی ہے۔ مشترکہ تعبیرات اتحاد امت کی راہ ہموار کرتی ہیں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے قریب لاتی ہیں۔ لہٰذا بین المسالک ہم آہنگی کے لیے عبادات کے سماجی پہلو کی مشترکہ تعبیرات کو اجاگر کرنا آج کے دور کا اہم تقاضا ہے جو امت مسلمہ کو ایک متحد اور طاقتور قوم بنانے میں کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔